ہے۔ تا کہ پاکستان کے عوام بھی اٹھ کر مذہبی جماعتوں اور طالبان وغیرہ کے خلاف صف بستہ ہوسکیں لیکن الحمدللہ یہ سازش تادم تحریر ناکام ہوگئی ہے۔ ہم اس موقع پر پاکستان پیپلز پارٹی کی قیادت سے تعزیت کرتے ہیں اوران سے مزید ہوش مندی وبالغ نظری اور سیاسی شعور کی توقع رکھتے ہیں کہ وہ مستقبل میں بھی اس سازش کا شکار نہ ہوں گے۔ اس موقع پر ہماری حکومت سے یہ گزارش ہے کہ اُن ہزاروں بے گناہ شہریوں کے نقصان کا فوری طور پر ازالہ کیا جائے' جن کا کروڑوں' اربوں روپوں کا نقصان ان فسادات کے دوران ہوا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ امن وامان قائم کرنے میں حکومت سندھ اوراس کے تمام سیکورٹی فراہم کرنے والے ادارے اس موقع پر ناکام ثابت ہوئے اور تمام متعلقہ ادارے ان جرائم میں برابر کے شریک ہیں۔ ان کے خلاف بھی موثر کاروائی کرنی چاہیے اور بے نظیر بھٹو کے قاتلوں کو سامنے لانا چاہیے' تب ہی اس حکومت کی غیر جانبداری ثابت ہوگی ورنہ زبان خلق یہی کہے گی۔

ع جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

جمعیۃ علماء اسلام کا الیکشن سے بائیکاٹ کی وجوہات

جمعیت علماء اسلام (س) نے موجودہ الیکشن میں حصہ لینے کی خاطر ۲۶ قومی اسمبلی اور تقریباً چالیس صوبائی اسمبلیوں پر کاغذات نامزدگی داخل کرائے تھے اس دوران مجلس شوریٰ اور مجلس عاملہ کاغذات واپس لینے کے آخری دن تک اسی سوچ بچار میں رہی کہ حصہ لیا جائے یا الیکشن کا بائیکاٹ۔ بالاخر اتفاق رائے سے آخری دن سے ایک دن قبل ۱۴ دسمبر کو بائیکاٹ کا حتمی فیصلہ کیا' قائد جمعیت نے اس وقت پریس کانفرنس کو جو بیان دیا وہ یہاں شامل کیا جارہا ہے جبکہ وہ سارے اندیشے بعد میں ایک ایک کرکے صحیح ثابت ہوتے جارہے ہیں۔ بیان کا متن حسب ذیل ہے:

<u>انتخابات سے بائیکاٹ کا اعلان قائد جمعیت مولانا سمیع الحق صاحب کی پریس کانفرنس کا متن:</u>

جمعیت علماء اسلام کی مجلس عاملہ اور پارلیمانی بورڈ کا اہم اجلاس اسلام آباد میں جمعیت کے سربراہ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کی صدارت میں منعقد ہوا۔ جس میں چاروں صوبوں سے ذمہ داران کے علاوہ مرکزی پارلیمانی بورڈ کے ارکان نے شرکت کی۔ اجلاس دو دن جاری رہا۔ اجلاس میں حالیہ قومی انتخابات کی صورت حال پر تفصیلی غور کیا گیا۔ اور جمعیت کے سربراہ مولانا سمیع الحق نے شرکاء اجلاس کو مسلسل تبدیل ہوتی ہوئی صورتحال سے آگاہ فرمایا۔ جمعیت علماء اسلام نے انتخابی میدان میں اترنے والی جماعتوں کے سیاسی نظریات' پرویز مشرف حکومت کی حکمت عملی اور ملکی سیاست میں بیرونی قوتوں بطور خاص امریکہ کی بڑھتی ہوئی مداخلت کا گہری نظر سے جائزہ لیا۔ اجلاس کے شرکاء نے بڑی شدت سے محسوس کیا کہ ایک جانبدار الیکشن کمیشن' ملک میں نافذ ایمرجنسی اور ۳ نومبر کو عدلیہ کی برطرفی اوراس پر پابندی ضلعی

حکومتوں کی مداخلت' سرکاری وسائل کے استعمال جیسے امور میں غیر جانبدارانہ اور منصفانہ انتخابات کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ایسی صورتحال میں جمعیت جیسی اسلامی نظریے کی حامل سیاسی جماعت کو کیا کردار ادا کرنا چاہیے؟ جمعیت کے ذمہ داران نے جمعیت کے دستور' نصب العین اور تاریخ کی روشنی میں درج ذیل نکات پر اتفاق کیا۔انتخابات کے نتائج پر نہ صرف یہ کہ حکومت کے اثر انداز ہونے کے امکانات ہیں بلکہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ موجودہ حکومت نے رائے عامہ کی پرواہ کئے بغیر پہلے سے طے شدہ نتائج حاصل کرنے کا فیصلہ کر رکھا ہے۔انتخابات میں حصہ لینے والی جماعتیں بشمول پیپلز پارٹی۔نواز لیگ۔ق لیگ۔ایم کیو ایم۔اے این پی اور متحدہ مجلس عمل پرویز مشرف کے سیکولر ایجنڈے کی تکمیل کے لئے رضامند ہیں اور غیر مرئی قوتوں نے انہیں ترغیب و ترھیب کے ذریعہ اس پر رضامند کیا ہے۔ایم ایم اے کا ٹوٹ جانا اور انتخابات کے بائیکاٹ پر زور دینے والے نواز شریف کا اچانک کسی فون کال پر انتخابات میں حصہ لینے کا فیصلہ اس کا واضح ثبوت ہے۔امریکی وزیر خارجہ مس کنڈولیزا رائس کا ۱۲ ردسمبر کے اخبارات میں شائع شدہ بیان کہ ہم اعتدال پسندوں کو انتہاء پسندوں کے مقابلہ میں منظم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ امریکی ایجنڈے پر انتخابات کا انعقاد ہو رہا ہے۔اور ایمرجنسی اٹھانے کے لئے آئین میں جن ترمیمات کی بات ہو رہی ہے اور جنھیں آنے والی پارلیمنٹ سے اٹھارویں ترمیم کے ذریعہ منظور کرائے جانے کا بندوبست ہو رہا ہے۔اسی طرح غیر ملکی سفیروں کا اچانک متحرک ہو کر پاکستان کے اندرونی معاملات اور سیاسی و عدالتی امور میں کھلی مداخلت کرنا ایسے اندیشوں کو جنم دے رہا ہے کہ جنھیں کسی صورت نظر انداز کرنا ممکن نہیں۔اس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ الیکشن میں حصہ لینے والی نام نہاد "اعتدال پسند پارٹیوں" پیپلز پارٹی' ایم کیو ایم' اے این پی' مسلم لیگ (ق)' مسلم لیگ نواز شریف کے منشور آچکے ہیں۔جس میں ملک کے اہم ترین بنیادی مسائل کو نظر انداز کیا گیا ہے۔مثلاً کشمیر کی آزادی کیلئے کسی قسم کی جدوجہد کا ذکر نہیں۔پاکستان کے ایٹمی دفاعی قوت کا ہر قیمت پر تحفظ اور ایٹمی پروگرام کے ہیرو ڈاکٹر عبدالقدیر خان کے ساتھ کئے جانے والے سلوک کی تلافی کا نام و نشان تک نہیں۔دہشت گردی کے نام پر پاکستان پر مسلط کی جانے والی مغربی قوتوں اور امریکہ کی جنگ سے پیدا شدہ تباہ صورتحال بالخصوص قبائل اور وزیرستان سوات اور بلوچستان اور ملک بھر میں خودکش حملوں کو ان بڑے منشوروں نے نظر انداز کر دیا ہے اس کے برعکس امریکی تسلط کے بارہ میں لچکدار مصالحانہ اشارے دیئے گئے ہیں جبکہ ان جماعتوں کو ملک کے تمام مسائل کی اصل جڑ یعنی مغربی دباؤ کی وجہ سے خارجہ پالیسیوں اور ملک کی آزادی اور خودمختاری بحال کرنے کے بارہ میں مجرمانہ خاموشی اختیار کرنے کے بجائے دوٹوک اور واضح مؤقف اور لائحہ عمل کا اعلان کرنا چاہیے تھا۔ایمرجنسی لگانے کیلئے پرویز مشرف کا عدلیہ۔میڈیا اور راسخ العقیدہ مذہبی تنظیموں کو بنیاد قرار دے کر ہر جگہ نوجوانوں کو بری طرح کچلنے کیلئے ملکی فورسز کا استعمال اپنی جگہ خود ایسے معاملات ہیں کہ جمعیت جیسی نظریاتی جماعت ان سے آنکھیں بند نہیں رکھ سکتی۔جمعیت سمجھتی ہے کہ اس کے نظریاتی امیدواروں کی فتح کو

بھی انتخابات میں شکست میں تبدیل کرنے اور اس طرح دینی تشخص رکھنے والے سیاسی کارکنوں کو مصائب و آلام اور ریاستی جبر و تشدد کا شکار بنانے کا سلسلہ شروع کیا جائے گا جس سے پاکستان کو ترکی کی طرز پر ایک سیکولر ریاست اور یہود و نصاریٰ کی سیاسی لونڈی بنا دیا جائے گا۔ جمعیت یہ بھی محسوس کر رہی ہے کہ انتخابات محض آئین میں تبدیلی کیلئے کرائے جا رہے ہیں ان کے نتیجہ میں ایک معلق اور معطل پارلیمنٹ وجود میں آئے گی۔ اور مذموم مقاصد کی تکمیل کے بعد اسے توڑ کر نئے انتخابات کا ڈرامہ رچایا جائے گا۔ ایسے میں دانشمندانہ فیصلے کی ضرورت ہے کہ اپنے کارکنوں کی توانائی ان انتخابات میں جھونک کر کیا ہم جمعیت اور ملک کے دینی تشخص کیلئے سودمند ہوں گے یا نہیں۔ جمعیت محسوس کر رہی ہے کہ ملک میں دین کی بالادستی چاہنے والوں بشمول جمعیت علماء اسلام (سمیع الحق) گروپ کیلئے ماحول ناسازگار بنانے میں متحدہ مجلس عمل کا جرم بھی کسی سے کم نہیں۔ پانچ سال تک اقتدار میں رہنے والی متحدہ مجلس عمل کی دو بڑی جماعتوں نے ہماری جماعت جمعیت علماء اسلام (س) اور اس جیسی بعض دیگر دینی جماعتوں علماء اور مشائخ کے طبقات کیلئے الیکشن کا میدان مزید خاردار بنا دیا ہے۔ جس نے اسلام جمہوریت اور عوامی احساسات کے خواہشات کے بارہ میں اپنے ووٹروں کے جذبات کا خون کیا اور امت کو درپیش مغربی صیہونی چیلنجوں کو نظر انداز کر دیا اور اپنی افسوسناک کارکردگی کی وجہ سے علماء اور دین پسند لوگوں کو کسی بھی انتخابی حلقوں میں نفرت اور بیزاری کا ماحول بنا دیا ہے۔ کہ وہ اب علماء اور اسلامی قوتوں کے منہ سے اسلام صیہونیت اور امریکی دشمنی کا ذکر بھی سننا نہیں چاہتے۔ ہماری جماعت جسے ان دینی جماعتوں کو ایک پلیٹ فارم پر متحد کرنے کا اعزاز حاصل ہے اور میں دو سال سے مسلسل مجلس عمل کو انہی خطرات اور ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتا رہا مگر ان مخلصانہ اور خیر خواہانہ مشوروں پر توجہ دینے کی بجائے مجلس نے دو سال قبل مجھے اور میری جماعت جمعیت علماء اسلام کو خارج کر دیا۔ مگر لوگ عام طور پر اس فرق کو سمجھ نہیں پا رہے۔ جبکہ ہم اس گناہ میں شریک نہیں ہیں۔ ان تمام امور کی بناء پر خدشوں اندیشوں' زمینی حقائق' مومنانہ تجزیے اور سیاسی جائزے کے بعد اجلاس نے متفقہ طور پر الیکشن کا بائیکاٹ کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور قومی و صوبائی اسمبلی کے نامزد امیدواروں کے کاغذات پورے ملک سے ۱۵ دسمبر کو واپس لینے کی ہدایت کی ہے۔

<u>قائد جمعیت کا یہ حسب ذیل بیان الیکشن بائیکاٹ کے اعلان سے پہلے کا ہے جو روزنامہ ''مشرق'' پشاور نے مورخہ ۱۶ ردسمبر ۲۰۰۷ء کو رنگین ایڈیشن میں شائع کیا ہے' نذر قارئین ہے۔</u>

جمعیت علمائے اسلام (س) کے سربراہ سینیٹر مولانا سمیع الحق ایم ایم اے کے بانی رہنماؤں میں سے تھے مگر بعد ازاں اختلافات کی بدولت ان کی راہیں ایم ایم اے سے الگ ہو گئیں، آج وہ تنہا سیاسی میدان میں موجود ہیں الیکشن ۲۰۰۸ء کے حوالے سے ان کا موقف ہے۔ ''انتخابات سے قبل ہی جو صورتحال سامنے آ رہی ہے اس سے مستقبل کی تصویر واضح ہو کر سامنے آتی جا رہی ہے۔ اس میں واضح طور پر امریکی لابی سرگرم ہو چکی ہے۔ ان انتخابات میں

امریکہ اپنے گھوڑے دوڑائے گا جس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ امریکی وزیر خارجہ کنڈولیزا رائس کہہ چکی ہیں کہ امریکہ کی کوشش یہ ہے کہ انتہا پسندوں کے مقابلہ میں اعتدال پسندوں کو متحد کیا جائے۔ لہذا اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ جو سیاسی قوتیں امریکی ایجنڈے پر کام کرنے کی حامی بھریں گی وہی انتخابات میں کامیاب ہوسکیں گی اس وقت انتخابی میدان میں جتنی بھی سیاسی جماعتیں موجود ہیں وہ خود کو اعتدال پسند ہی کہتی ہیں ان میں پی پی پی، ق لیگ، ایم کیو ایم، اے این پی، جے یو آئی (ف) بھی شامل ہے یہ ساری جماعتیں کھل کر جنرل مشرف کا ساتھ دیں گی گویا الیکشن کے بعد جو صورت حال سامنے آئی گی اس سے ملک کے نظریاتی تشخص کو نا قابل تلافی نقصان پہنچے گا اور خدانخواستہ اگر صورتحال بہتر نہ ہوئی تو پورا ملک وزیرستان اور سوات بن سکتا ہے۔ آنے والے انتخابات انجینئرڈ ہوں گے اور ایسے انتخابات سے مسائل حل نہیں ہوتے بلکہ مزید بڑھتے ہیں لہذا یہ پورے وثوق کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ انتخابات سے ملک میں کسی قسم کا استحکام نہیں آئے گا۔ امریکی لابی کا مقابلہ کرنے کے لیے ہم نے بڑی محنت سے دینی قوتوں کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کر دیا تھا مگر آج دینی قوتوں کے اس اتحاد جس کو ایم ایم اے کہا جاتا تھا کا شیرازہ قاضی حسین احمد اور مولانا فضل الرحمٰن نے بکھیر دیا، یہ اتحاد ہم نے تشکیل دیا تھا مگر بعد میں ان دونوں رہنماؤں نے اس کو ہائی جیک کر لیا مگر افسوس کہ اس کو سنبھال نہ سکے۔ اب امریکی نظریاتی یلغار کا مقابلہ کرنے کیلئے کوئی پلیٹ فارم نظر نہیں آرہا جس کے ذریعے آنے والے چیلنجز سے نمٹا جاسکے۔ لہذا اس بات کے خدشات بہت زیادہ ہیں کہ آنے والے دنوں میں ملک میں شدید قسم کا سیاسی عدم استحکام آئے گا جہاں تک اے پی ڈی ایم کا تعلق ہے تو اس میں سوائے جماعت اسلامی کے اب کوئی قابل ذکر سیاسی قوت باقی نہیں رہی، عمران خان اور محمود خان اچکزئی ملک گیر تحریک چلانے کی صلاحیت نہیں رکھتے، لہذا صرف جماعت اسلامی کیسے تمام احتجاجی تحریک چلا پائے گی۔ لہذا حقیقی خطرہ اے پی ڈی ایم سے نہیں بلکہ ان جماعتوں سے ہے جو انتخابات میں اپنی مرضی اور توقعات کے مطابق کامیابی حاصل نہ کرسکیں۔ اس وقت ق لیگ ہو یا پی پی پی ن لیگ ہو یا پھر جے یو آئی (ف) سب کے سب وزارت عظمیٰ کی توقع پر انتخابات میں حصہ لے رہی ہیں۔ اگر ان میں سے کسی کو بھی حکومت نہ ملی تو وہ دھاندلی کا شور مچا کر احتجاجی تحریک چلا سکتی ہیں۔ ان حالات میں آنے والی اسمبلیاں ایک سال تک بھی چلتی نظر نہیں آتیں۔ کیونکہ الیکشن میں حصہ لینے والے سارے امریکی مہرے ہیں جو ایک دوسرے کو کسی بھی قیمت پر برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں۔ بے نظیر بھٹو ابھی سے کہہ رہی ہیں اگر دھاندلی ہوئی تو وہ ۹ جنوری سے تحریک شروع کردیں گی یہ دباؤ ڈالنے کی ایک کوشش ہے کہ اگر ان کو اقتدار نہ ملا تو وہ انتخابات کے نتائج کو تسلیم نہیں کریں گی۔ اس سے اس طرح کا سیاسی عدم استحکام آئے گا جس طرح ۱۹۷۷ء میں سامنے آیا تھا۔ دہشتگردی کیخلاف جنگ کے نام پر امریکہ طویل عرصے سے یہاں اپنے کھیل میں مصروف ہے اور یہ انتخابات بھی اسکا ایک حصہ نظر آتے ہیں لہذا انکے نتیجہ میں سیاسی استحکام پیدا ہونے کی امید رکھنا عبث ہی ہے۔